غزلیات بیدل

(فارسی)

فقیر قادر بخش بیدل

تحقیق و ترتیب:

پروفیسر روزینہ انجم نقوی

غزلیات بیدل

(فارسی)

فقیر قادر بخش بیدل

تحقیق و ترتیب:

پروفیسر روزینہ انجم نقوی

سندھی ترجمہ:

جوھر بروھی

بیدل یادگار کامیٹی

کتاب نمبر: 32

کتاب: غزلیات بیدل (فارسی)

فقیر قادر بخش بیدل

تحقیق و ترتیب: پروفیسر روزینہ انجم نقوی

سندھی ترجمہ: جوہر بروہی

ادارہ: بیدل یادگار کمیٹی

کمپوزنگ: امر ایاز مہر

سرورق: آصف نظامانی

پرنٹنگ: پوپٹ پرنٹنگ پریس،

مال روڈ خیرپور سندھ۔

فہرست

صفحہ

حرف اول

فقیر قادر بخش بیدل شاید سندھ کے وہ واحد صوفی بزرگ وشاعر ہیں جن کی تصانیف وتالیفات کی تعداد اور دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ یک وقت عربی، فارسی، اردو، سرائکی اور سندھی زبانوں کے باکمال شاعر اور بہت ہی بڑے جید عالم تھے لحاظ انکی تصانیف کا احاطہ نہ صرف عالمانہ بلکہ عارفانہ بھی ہے۔

فقیر قادر بخش بیدل کے پہلے تذکرہ نویس ھدایت علی فقیر تارک (متوفی ۱۹۳۹ء) نے انکی نظم ونثر کی کتابوں کی تعداد اٹھارہ لکھی ہے جبکہ حالیہ تحقیق کے مطابق یہ تعداد ۳۷ بنتی ہے اور جوں جوں تحقیق کا دائرہ بڑھایا جارہا ہے یہ تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے۔

سن ۲۰۰۰ء میں جب بیدل یادگار کمیٹی کے زیر اہتمام فقیر قادر بخش بیدل کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ادبی کانفرنس کا انعقاد شروع ہوا اور بیدل سائیں کی ان تمام تصانیف کو شایع کرنے کا ہم نے یہ انہونا خواب دیکھا تھا، اس وقت ان کتابوں میں سے صرف پانچ کتابیں شایع ہو سکیں تھیں۔ ہماری خوشقسمتی اور بیدل یادگار کمیٹی کی کوششوں اور مختلف اداروں اور محققوں کے رابطوں سے اب ان تصانیف میں سے شایع شدہ کتابوں کی تعداد ۲۴ ہے جو ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

جہاں تک فقیر قادر بخش بیدل کے فارسی کلام کا تعلق ہے تو ان میں سے بیشتر کتابیں یعنی چھ مثنویاں، تین دیوان اور ایک تاریخی قطعات کی کتاب شایع ہو چکی ہیں، انکے علاوہ مختلف تذکرہ نویسوں نے بیدل سائیں کے کچھ متفرق فارسی کلام کا ذکر کیا ہے جو مخمسات، مسدسات، مناقب، رباعیات، قطعات پر مشتمل مختلف خطی نسخوں میں پھیلا ہوا ہے۔

غزلیات بیدل بھی فقیر قادر بخش کے اس متفرق فارسی کلام کا حصہ ہے جو ابتک غیر مطبوع تھا جسے ہماری گذارش پر محترمہ پروفیسر ڈاکٹر روزینہ انجم نقوی صاحبہ نے بڑی محبت اور محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے اور بیدل یادگار کامیٹی کو ہی اس کتاب کے چھاپنے کا اعزاز ملا ہے۔

غزلیات بیدل کا خطی نسخہ ہمیں سندھ کے نامور شاعر اور صحافی مرحوم سید اظہر شاہ گیلانی (وفات ۲۰۰۶ء) کی ذاتی لائبریری گھوٹکی سے انکے فرزندار جمند محترم سید واجد حسین شاہ گیلانی کی مہربانی سے ملا جو پہلی مرتبہ شایع ہو رہا ہے۔

خاص بات کہ نسخے کی شروعات بھی عربی غزل سے کی گئی ہے تو اس کا اختتام بھی عربی غزل سے ہے اور اس کے درمیان اکتیس فارسی غزلیں و رباعیات و قطعات شامل ہیں۔

قلمی نسخہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل میں فارسی کلام کا یہ نسخہ بیدل سائیں کے منجملہ تین فارسی دواوین کا حصہ ہے جس میں دیوان مصباح الطریقت اور دیوان بیدل اردو بھی شامل ہے جبکہ کاتب نے غزلیات کے اس حصے کو بھی دیوان بیدل کا نام دیا ہے، کیوں کہ کلام کے اس حصے میں بھی کچھ رباعیات، قطعات اور فرد شامل ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ اس نسخے میں شامل غزلیات جو غیر مطبوعہ تھیں تو اسے شایع کرنے کا اہتمام کیا۔ غزلیات کی کل تعداد ۳۳ ہے جو ردیف وار مکمل دیوان کے شکل میں نہیں۔ اس بنا پر اس کتاب کا نام غزلیات بیدل رکھا گیا ہے۔

غزلیات بیدل کا یہ قلمی نسخہ سن ۱۳۴۵ ھجری مطابق ۱۹۲۷ء کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب کا نام محمد ھاشم ولد محمد بچل ہے اور یہ نسخہ اس نے فقیر قادر بخش بیدل کے دیوان مصباح الطریقت اور اردو دیوان کے ساتھ اپنے استاد و بزرگ سید پیر حبیب

اللہ شاہ جیلانی کے مطالعے اور اصرار پر تحریر کیا ہے۔ کاتب نے یہی بات دیوان مصباح الطریقت کے اختتام پر صفحے ۳۔۴ پر یوں تحریر کی ہے۔

ازدست سگ کوچہ مرشد حقیقی و قبلہ تحقیقی جناب فقیر صاحب مذکورہ الصدر احقر العباد مغموم و محزون محمد هاشم ولد محمد پنگل متوطن شہید حال طالب علم مدرسہ قاسم العلوم صاحبان لوہ شریف معروف گھوٹکی برائی پاس خاطر کرم فرمائی جناب سید پیر حبیب اللہ شاہ جیلانی حلیہ تحریر یافت بتاریخ ہژدھم (۱۸) ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۵ ھجری مطابق بیست ویکم (۲۱) ماہ فبروری ۱۹۲۷ء بروز شنبہ۔

ہر کہ خواند طمع دعا دارم زانکہ من بندہ گنہگارم

اس تحریر سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ فقیر قادر بخش بیدل کیں یہ تصانیف مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی کے ایک طالب علم محمد ھاشم ولد محمد پنگل جو کہ اصل علاقہ گاؤں شہید (ممکن ہے شادی شہید) کا رہنے والے تھے اپنے استاد و بزرگ سید حبیب اللہ شاہ جیلانی کی خدمت میں بطور علمی وروحانی تحفے کے طور پر نقل کرکے پیش کی۔ لحاظ کاتب محمد ھاشم کی مندرجہ بالا تحریر کے بعد سید حبیب اللہ شاہ جیلانی نے یوں تحریر فرمایا ہے۔

ازطرف مالک دیوان ھٰذا

چونکہ برادر موصوف یعنے کاتب کتاب ھٰذا قبل از تحریر این کتاب ہیچ بیاض باقاعدہ تحریر نہ نمودہ ونہ از کہ خوشنویس مشق کردہ، و ایں تحریر باند محض از طبعزاد او ست، الہذا امید قوی است کہ انشاء اللہ بعد از مدت از کاتب الحروف، خوشنوسیاں یک فرد کامل فوابد شد، بندہ خاکپاے اولیاء مسکین حبیب اللہ ۱۹ شعبان المعظم روز سہ شنبہ ظہر صورت تحریر یافت۔

ہمیں نسخے کے کاتب محمد ھاشم ولد محمد بچل کی معلومات میسر نہ ہو سکی ہیں البتہ نسخے کے مالک سید حبیب اللہ شاہ جیلانی متعلق کچھ یوں لکھا گیا ہے۔

مولانا سید حبیب اللہ شاہ، سید فخر الدین شاہ کے بڑے فرزند تھے انکی ولادت ۱۳۲۳ھ ھجری مطابق ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ سید حبیب اللہ شاہ کے والد سید فخر الدین شاہ اور دادا سید محمد عارف شاہ بڑے عالم تھے۔ لحاظ سید حبیب اللہ شاہ نے بھی علم حاصل کرنے پر توجہ دی۔ مولانا امید علی، مولانا نور محمد انڈھڑ اور دوسرے علماء سے علم حاصل کیا۔ انہیں خواجہ غلام فرید سے جنون کی حد تک عشق تھا۔ والد سید فخر الدین شاہ کے انتقال (۱۹۶۳ء) کے بعد مدرسہ (قاسم العلوم) کا اھتمام سنبھالا اور بخوبی سرانجام دیا۔ طویل بیماری کے بعد ۲۳ محرم مطابق ۱۹۷۹ء کو وفات پائی۔ انکی اولاد میں فرزند سید خلیل اللہ شاہ دستار بند عالم ہیں اور اب مدرسے کا اھتمام انکے سر ہے۔

(بحوالہ: مولانا عبدالوہاب چاچڑ

سوانحی نمبر ماہوار شریعت روہڑی)

سید حبیب اللہ شاہ جیلانی کے متعلق مندرجہ بالا عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت سنہ ۱۹۲۷ء میں کاتب محمد ھاشم ولد محمد بچل نے بیدل سائیں کے کلام کے یہ نسخے انکے پاس خاطری کے لئے نقل کیے تو اس وقت سید حبیب اللہ شاہ کی عمر صرف ۲۲ سال تھی۔ اتنی چھوٹی عمر میں ہی صوفی بزرگوں کے کلام کے ساتھ انکی دلچسپی اور اتنی علمی لیاقت ان کی شخصیت کو نکھارتی ہے اس کے علاوہ نسخے میں سید حبیب اللہ شاہ کے ساتھ اتنی عقیدت مندی بھی اس عمر میں انکے بڑے عالم ہونے کا اشارہ دیتی ہے۔

غزلیات بیدل کو خوبصورت مرتب کرنے پر ہم محترمہ پروفیسر ڈاکٹر روزینہ انجم نقوی صاحبہ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ محترم عبدالحئی چاچڑ کا بھی شکریہ جنہوں نے سید حبیب اللہ شاہ جیلانی اور انکے والد سید فخرالدین شاہ کے متعلق مواد فراہم کیا۔ محترم جوھر بروھی صاحب کا بہت شکریہ جنہوں نے ہماری گذارش پر تھوڑے دنوں میں ان فارسی غزلیات کا سندھی میں ترجمہ کیا۔ کتاب کی خوبصورت کمپوزنگ پر محترم امرایاز مہر صاحب اور اسے شایع کرنے پر پوپٹ پبلشنگ ھاؤس خیرپور کے محترم قربان منگی کے ممنون و مشکور ہیں۔

اگست ۲۰۱۶ء

اختر درگاہی

سیکریٹری

بیدل یادگار کمیٹی

پیش گفتار

گرچہ ھندی در عذوبت شکراست،
طرز گفتار دری شیریں تراست

فارسی زبان انقلاب ہے اور یہ زبان ہمیشہ زندہ رہی ہے۔ اس لیئے کے اسے تقریباً ایک ہزار سال تک برصغیر پاک و ہند کی سرکاری و محلّی زبان رہنے کا شرف حاصل رہا ہے اور یوں ہمارا عظیم مذہبی، اخلاقی، علمی، معاشرتی اور اقتصادی سرمایہ حیات اسی زبان میں ہے۔ برصغیر پاک وہند نے بہت سے ایسے علماء، دانشور، مشائخ اور اطباء کو جنم دیا جو اپنی فکر کی روشنی سے فارسی زبان وادب میں مذہبی، سیاسی، علمی اور اخلاقی تربیت میں گراں مایہ حیثیت کے علمبردار ہیں۔

تیرھویں صدی ھجری کی ایک قدآور شخصیت حضرت فقیر قادر بخش تخلص بہ بیدل کی ہے جنھوں نے اپنا علمی سرمایہ عربی، فارسی، سندھی، اردو اور سرائیکی میں تقریباً تیس کتابوں کی صورت میں چھوڑا جو یقیناً طالبان حقیقت و معرفت کے لیئے ایک پیر کامل کی صفات کا حامل ہے۔ یہ علمی سرمایہ ان کی اعلیٰ بصیرت کا غمازی ہے، بیدل یادگار کمیٹی ان کے تمام علمی آثار کو منظر عام پر لانے کی بھرپور کوشش میں مگن ہے اور الحمد اللہ یہ کمال ہنر مندی سے اس فرض کو سرانجام دے رہی ہے۔

اس سال بیدل سائیں کے عرس مبارک پر غزلیات بیدل کا تحفہ ہے جو آپؒ کی اعلیٰ فکر کی ترویج کا ذریعہ ہوگا۔ اس کے لیئے یہ کمیٹی لائق تحسین ہے جو اس خطے کے مایہ ناز بزرگ کے علمی وادبی سرمایہ کو محفوظ کرنے کی انتھک لگن میں مصروف عمل ہے۔ اس علمی و عرفانی شاہکار کی تصحیح وترتیب کی سعادت اس طالب علم و معرفت کے

حصے میں آئی ہے شرف قبولیت کی طلبگار ہوں۔

ڈاکٹر روزینہ انجم نقوی
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ زبان وادبیات فارسی
اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

فقیر قادر بخش کی غزل گوئی

فقیر قادر بخش بیدل روحانی شخصیت تھے جو خدادوست، خداشناس اور مخلوق خدا سے پیار و محبت کا جذبہ رکھتے تھے۔ خاص طور پر جب اللہ والے کے دل میں اللہ کی محبت جاگزیں ہوتی ہے تو ایسے محبوب حقیقی کا نور چاروں طرف چھایا ہوا نظر آتا ہے اور قرآن مجید بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اللہ کا نور ہے جو زمین اور آسمانوں میں نظر آتا ہے۔ بیدل سائیں کو اللہ سے خالص پیار ہے عشق حقیقی ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اور ہر طرف اللہ کا رنگ نظر آتا ہے جس کا اظہار ان کے کلام سے نمایاں ہے نمونہ کے طور پر اشعار دیکھیے۔

شد تجلی گہہ ہر سو شاھد رنگین قبا،

یعنی آن بی رنگ باہر رنگ گشتہ رخ نما

ای کہ خورشید جہاں تاب زنورت تابی است،

بل زعکس رخ تو عرش تجلی یابی است

اسی نور کے بیدل عاشق ہیں اور انکی نظر میں ہر شخص ان کی طرح اسی نور کا عاشق ہے اس عشق میں زوال نہیں کوئی عار نہیں بلکہ کامرانی ہی کامرانی ہے۔

چہ غلغلی است کہ حسن تو در جہان انداخت،

کہ دور چشم تو صد فتنہ در زمان انداخت

نز دجمال تو تنہارہ عالم اجسام،

کرشمہ تو چہ ولولہ بہ ملک جان انداخت

دیگر فارسی شعراء کی طرح بیدل سائیں نے بھی اپنی غزلیات میں عقل و

عشق کی دلچسپ گفتگو کی ہے اور اس میں عشق کا پلڑا بھاری دکھایا ہے اور عشق کی ترغیب دلائی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی اور شاعر مشرق علامہ اقبال کی طرح عقل سے بیزار اور عشق کو اپنا سرمایہ حیات قرار دیا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ:

بیدل از مدرسہ فقہا مطلب مسئلہ عشق،

حیلۂ عقل کجا ہمت مردانہ کجا

از قیاسات عقل بیزار شو،

از می عشق باک مستانہ

صحبت عاشقان گزین ورنہ،

خلوت بہ زانس فرزانہ

کار بی اجر نیست در رہ عشق،

قدمی نہہ ولیک مردانہ

بیدل سائیں کے نزدیک علم ظاہری شخصیت کو نکھارتا ہے لیکن عشق اندر روح کو منور کردیتا ہے اس لئے کہ روح کو تازگی عشق سے ملتی ہے اگر عشق نہیں تو روح فرسودہ ہے دیکھئے شعر:

اگر ظاہرت آراست علم دین لیکن،

بدون عشق درون منورت نبود۔

عشق اختیار کرنا کار مرداں ہے راہ عشق میں مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن زبان پر شکوہ نہیں۔ عاشق اپنے محبوب کا حقیقی جلوہ دیکھنے کے لئے بے تاب نظر آتا ہے۔ وصل کے لیئے بے قرار رہتا ہے۔ دراصل وہ معشوق سے اپنا شکار کروانا ہی سعادت مندی سمجھتا ہے ویسے بھی جان محبوب ازلی کی امانت ہے اور روح تو شروع

سے ہی اپنے اصل کی طرف لوٹنا چاہتی ہے اس کی منزل عالم سفلی نہیں بلکہ عالم روحانی ہے۔ بیدل سائیں کا دل بھی ہمیشہ وصل کی تڑپ سے پارہ پارہ رہتا ہے جس کا اظہار دیکھیے:

جان بہ لب ای صنم منتظر وصال را،

کی نگرد بہ کام دل جلوہ آن جمال را

بیدل شکوہ گزار از غم فرقت نگار،

بود کہ شبی کنی شکار شاھد خوش خیال را۔

یہ شدت انتظار کی کیفیت اکثر فارسی شعراء میں نظر آتی ہے، خاص طور پر برصغیر کے نامور شاعر امیر خسرو دہلوی کے ہاں ایسا اظہار ملتا ہے جہاں وہ مثل آہو جان ہتھیلی پہ لیئے وصال کے منتظر ہیں مثلاً:

ھمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف،

بہ امید آن کہ روزی بہ شکار خواہی آمد

بیدل سائیں نظریہ وحدت الوجود کے قائل نظر آتے ہیں نظریہ ھمہ اوست اور ھمہ از اوست اکثر شعراء کا موضوع سخن رہا ہے۔ سلجوقی دور کے مشہور رباعی گو ابو سعید ابو الخیر ایک صوفی شاعر گزرے ہیں جو نظریہ وحدت الوجود کے قائل تھے کہتے ہیں:

گفتم کہ کرائی تو بدین زیبائی

گفتا خود را کہ من خودم یکتائی

ہم عشقم وہم عاشق وہم معشوقم

ہم آئینہ ہم جمال وہم بینائی

بیدل سائیں کا کلام دیکھیے

جز ذات حق ندانی پنہان و آشکارا،

در ہر لباس بینی آن شاہ کبریارا۔

رندان بی سر و پا سر ھمہ بگویند،

در وحدت وجودی گم کردہ تو مارا

اور پھر کہتے ہیں:

مشرب محققان سلف و خلف، ہمین است،

مفتی بہ دست مسئلہ وحدت وجود یارا

اللہ جمیل ویحب الجمال، اللہ حسن مطلق ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے کائنات کا راز حسن میں ہے اور حسن قابل ستائش ہے اس لیے کہ حسن کشش رکھتا ہے بلکہ کائنات حسن مطلق کی پر تو ہے۔ حسن مطلق کو دیکھ کر ہر ذرہ کھچا چلا جاتا ہے ان باتوں کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ:

گل آب شد چو جمال ترا نظارہ ای کرد،

بہ سمن قبای خود از شوق پارہ پارہ ای کرد

ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں:

منبع نور الٰہی ذات پاک تست و بس،

زان سبب روشن دلان مہر ترا بگزیدہ اند

حسن مطلق بے مثال اور لافانی ہے جس میں کسی کی شرکت نہیں اس نور نے تمام کائنات زمین و آسمان حور و ملک کو اپنے احاطے میں لیا ہوا ہے اور اسی حسن مطلق کی حکمرانی ہے:

از ذرہ و عرش تا بہ حضیض ثری یقین،

حکم تو نافذ است چہ جای سماسمک

ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ:

ای راہ معنوی ز تو گردید منسلک

حسن و ملاحت تو بود مشترک

لطف تو داد عالم جان را لطافتی

عکس جمال تست اگر حور و ملک

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، بیدل کے کلام میں سچی تڑپ اور لگن کی چاشنی ہے احساسات قلبی کا بیان ہے، واردات کا اظہار ہے سچے عاشق کو عشق کی کٹھن منازل سے گزرنا پڑتا ہے اور تمام مصائب و آلام برداشت کرنے پڑتے ہیں پھر بھی وصل کی خواہش اور مشکلات سے نجات کا جذبہ دل میں ہی رہ گایا یہ کسک بیدل سائیں کی غزلوں میں نظر آتی ہے ان غزلوں کے مطلعے درج کیے جاتے ہیں:

غم نرفت از دل حیران من اندر ھمہ عمر،

بہ نشد حال پریشان من اندر ھمہ عمر

عمر گزشت عقدہ نکشود حیف حیف،

سرمایہ رفت از کف بی سود حیف حیف

گل عیش را بہ کام نچیدیم حیف حیف،

در باغ وصل تو نچیدیم حیف حیف

ذکر علی ابن ابی طالب:

بیدل سائیں کو ذات علی المرتضٰی سے بہت محبت تھی آپؒ کے نزدیک عرش الٰہی کی رسائی کا ذریعہ حب علی المرتضٰی ہے آپ عارفوں کے رہبر اور ساقی کوثر ہیں ایک

پوری غزل میں آپ کے مناقب کا اظہار کیا ہے اور ایسا اکثر شعراء نے خاص طور پر علامہ اقبال نے انتہائی عقیدت کے ساتھ اپنے اردو اور فارسی کلام میں اظہار کیا ہے کہا کہ اسرار خودی کے منظومہ در شرح اسرار اسمای علی مرتضٰی دیکھیئے:

مسلم اول شہ مردان علیؑ

عشق را سرمایۂ ایمان علیؑ

از ولاے دودمانش زندہ ام،

در جہاں مثل گہر تابندہ ام۔

بیدل سائیں کی غزل کا مطلع دیکھیئے:

مایۂ عرفان تولا حیدر است،

عارفاں را ذات پاکش رہبر است

آپؒ کو صرف ذات علیؑ سے ہی محبت نہیں بلکہ آپکے پورے خانوادہ سے پیار تھا خصوصاً بارہ آئمہ طاہرین کے فضائل کے قائل تھے اور ان کو اپنی نجات کا ذریعہ گردانتے تھے دو غزلیں ہیں جن میں بارہ اماموں سے عقیدت کا اظہار کیا ہے ان کے پہلے پہلے اشعار درج کیئے جاتے ہیں دیکھیئے:

اولین وہ دو آئمہ والی دین مرتضٰی است،

دومین سبط پیمبر شاہ حسن المجتبیٰ است۔

علی المرتضٰی اخ النبیؐ

محسن المجتبیٰ ابن الولی۔

امت مسلمہ کی تاریخ میں واقعہ کربلا بڑی اہمیت کا حامل ہے جب نواسہ رسول اکرمؐ حضرت امام حسینؑ کو بے آب و گیاہ دشت بلا میں اولاد اور اصحاب کے ساتھ خون میں

سنایا گیا تو کائنات میں قیامت آ گئی بیدل سائیں نے امام حسینؓ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے قاتلان امام سے نفرین کا اظہار کیا ہے غزل کا مطلع دیکھیئے:

بارید ابر غم چو بہ میدان کربلا،

خون رنگ گشتہ ریگ بیابان کربلا۔

بیدل سائیں کے دل میں اولیاء اللہ کی محبت ہے جس کا ذکر وہ اپنے کلام میں کرتے ہیں مثلاً جناب غوث الثقلین حضرت میراں سے ان کی خاص عقیدت ہے:

بیدل سائیں ایک پڑھے لکھے عارف تھے انہیں عربی زبان پر خاصا عبور حاصل تھا اپنے فارسی کلام میں عربی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ عربی زبان سے محبت کا یہ عالم ہے کے پہلی غزل اور آخری غزل عربی زبان میں لکھی، بیدل سائیں شاعری کے رموز واوقاف سے بخوبی واقف تھے انہوں نے اپنے کلام کو صنائع لفظی سے آرائش کیا ہے مثلاً تشبیھات، استعارات وتلمیحات کے استعمال سے کلام دلکش ہو گیا ہے دیکھیئے چند اشعار:

کاش کند نظارہ این دل پارہ پارہ،

رخ چو مہ چہاردہ ابر چو ہلال را۔

چہ صفتی است کہ خلاق احسن التقویم

رخت چو ماہ دلت ہم چو سنگ خارہ ی کرد۔

دل چو نیلوفر از تو بہ شگفتہ

آفتاب آمدی تعالیٰ اللہ

قبای خاک ببر کردی ای صنوبر قدس،

حدیث غمزہ تو غوغا در آسمان انداخت

پر تو از روزن خانہ مردم فی فتاد،

از جمال یوسفی وقت مرور آن جان فزا۔

عزو اکرام دنی و شرف متدلی تراست،

ورنہ چون موسیٰ ہزاران من بشنیدہ اند۔

پیر کنعان گفت یا اسفیٰ علی یوسف ز عشق،

شمع معنی را بود پروانہ جان انبیاء

ملاحت لیلی دار دو صباحت یوسفی یارم،

لطافت حور برہم می زند گل چہرہ دلدارم

بیدل سائیں کے کلام میں صنعت تضاد کا استعمال نظر آتا ہے:

شد تجلی گہہ بہ ہر سو شاہد رنگین قبا،

یعنی آن بی رنگ باہر رنگ گشتہ رخ نما۔

بیدل شکوہ گذار از غم فرقت نگار،

بود کہ شبی کنی شکار شاہد خوش خیال را۔

چھوٹی بحر میں غزل کہنا آسان بات نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کلام میں

سلاست و روانی بھی موجود ہو۔ اکثر شعراء نے کمال مہارت سے چھوٹی سی بحر میں اپنا مقصد بیان کر دیا ہے۔ ایسی مثالیں اردو اور فارسی شعراء میں بہت ملتی ہیں بیدل سائیں کی ایک غزل اس کا بہترین نمونہ دکھائی دیتی ہے مطلع دیکھیے:

بس شتاب آمدی تعالیٰ اللہ،

بی نقاب آمدی تعالیٰ اللہ

غزلیات بیدل

(فارسی)

(۱)

جان به لب ای صنم منتظر وصال را،
کی نگر دد به کام دل جلوهٔ آن جمال را۔

کاش کند نظارهٔ این دل پاره پاره
رخ چه مه چهارده ابرو چو هلال را۔

خال سیاه دلبرم مردم دیدهٔ دل ست،
برد طراوت لبش آب رخ ز لال را۔

دور فلک شب مرابی شمع و چراغ کرد،
یا رب! گردش فلک طالع بد سگال را۔

بیدل شکوه گذار از غم فرقت نگار،
بود که شبی کنی شکار شاهد خوش خیال را۔

(ا)

ساھ سڪرات ۾ اي صنم منتظر وصال جو،
ڪيئن نہ ٿئي مراد ان در جي ان جي جمال جي جلوي سان

هاءِ! هو ڪري نظارو هن دل پرزا پرزا جو
منهن سندس چوڏهين چنڊ مثل، پرون پهرين تاريخ جي چنڊ جيان

تہ ڪارو منهنجي محبوب جو، اڪ دل لاءِ ملم آهي
اُن جي چپن جي آلاڻ صاف ٿڌي پاڻي جيان

آسمان جي گردش منهنجي رات کي اونده ڪري ڇڏي
اي رب! آسمان جي گردش نصيب دشمن جو

"بيدل" شڪوو ڇڏ، جدائي ۽ پيندڙ غم جو
تي سگهي ڪنهن رات ميلو محبوب خوش خيال جو

(۲)

شد تجلی کہ بہ ہرسو شاہد رنگین قبا،
یعنی آن بی رنگ با ہر رنگ گشتہ رخ نما۔

حسن صورت را تو مظہر جلوہ معنی شناس،
یار بی چون گشتہ روپوش اندرین چون و چرا۔

پرتو از روزن درون خانہ مردم می فتاد،
ازجمال یوسفی وقت مرور آن جان فزا۔

آن ضیا زان آفتاب بی نشان بودہ است بس،
ورنہ ابر تیرہ خاکی راکجا باشد ضیا۔

پیر کنعان گفت یا اسفی علی یوسف ز عشق،
شمع معنی را بود پروانہ جان انبیاء

آن کہ ہر منطقش ارواح خاصان است گوش،
علمینی یا حمیرا سرزد از وی بـرہا

بیدل این صورت طلسم کنج معنی مطلق است،
سجدہ او فرض دان بگذر از انکار و آبا۔

(2)

ٿي تجلي چو طرف محبوب سھڻي لباس جي
يعني سو بي رنگ پر ھر رنگ ۾ ديدار ڪرائيندڙ

سونھن صورت ڪي تون مظھر حقيقي جلوي جو ڄاڻ
يار بي مثل ٿيو روپوش ھن چوءِ ڄا لاءِ ۾

اولڙو ڳهرَ جي دريءَ مان ماڻھن تي پيو
يوسفي سونھن ڪان وَيل وقت جو ٻ ساھ ستير ٿيو

سا روشني، جنھن ڪان سج بي نشان رھجي ويو بس
ورنہ ڪاري مٽي ھاٿي ڪڪر ڪي ڪا ڏانھن اچي روشني

پير ڪنعان (يعقوب ع) چيو، ھاءِ ارمان يوسف لاءِعشق مان
حقيقت جي شمع لاءِ ھجي پروانو نبين جي ساھ جو

اھو جو، ان جي ڳالھائڻ لاءِ ڪَنُ خاصن جي روح جو آھي
علميني يا خميرا ظاھر ٿيو ان ڪان ڪيترا پيرا

”بيدل“ ھن جا دوجي صورت، حقيقت جو عام خزانو آھي
سندس سجدو فرض ڄاڻ چڏ انڪار ڪي.

(۳)

صبح شد سر زن تو ای خورشید روشن کارما،
تا گزازد برف این ہستیء نا ہموارما۔

گہ کنی خود پیشہء فرہاد عالی ہمت است،
تیشہء جہدم نباشد در خور کہسارما۔

کوہ بارا چشم کردن می توانی با نظر،
لطف فرما برکن از بن کوہ این پندارما۔

چون صدف لب تشنہ اندر بحر ے سازم شنا
کن بہ حالم التفات اے ابر رحمت بارما۔

مانع آب حیات قرب شد دیوار تن،
خشت خشت اندازی خضرم تو این دیوارما۔

بندہ درگاہ سلطانم بدین سوی ادب،
لطف شاہنشاہ نیارد در نظر کردار ما۔

مشربم عشق است ورنہ صوفی لامذہبم،
نیست بیدل با کسی۔ وابستہ کاوبارما۔

(3)

صبح ٿيو، اُڀر اي اسان جي ڪم ڪار وارا سج!
تہ هن اڻ برابري واري هستي جي برف ڳري وڃي

جي ڪري پاڻ فرهاد جو ڏندو تہ اها همت جي بلندي آهي
منهنجي جدوجهد جو تيشو اسان جي جبل جو سج نہ هجي.

جبل کي پَشَمَ ڪري ٿو سگهين نظر سان،
لطف فرمائي پاڙئون پٽي اُڇل اسان جي مان وارو جبل

سِپَ جيان اُڇارو درياهہ ۾ ٿو تران
ڪر منهنجي حال تي توجہ ، اي رحمت جا ڪڪر وسڻ وارا

ويڇهڙائي (قرب) جي آب حيات کي روڪيندڙ بدن جي ديوار آهي
سر سر پٽي اُڇل اي اسان جا خضر هن ديوار کي

بادشاهہ جي درگاهہ جو ٻانهو آهيان، هن بي ادبي سان
بادشاهہ جي مهرباني جو نہ آئي نظر ۾ اسان جي ڪردار کي

منهنجو طريقو عشق آهي نہ تہ صوفي لا مذهب آهيان
ناهي "بيدل" ڪنهن سان بہ ڪاروبار اسان جو

(۴)

جوشش عشق کجا کوشش فرزانہ کجا،
قرص خورشید کجا شمع شبستانہ کجا۔

زاہدان راچہ بود نسبت با سو ختگان،
مگس دون کجا منصب پروانہ کجا۔

کی شود ملا خود بین بۂ محقق ہمسر،
طالب نان کجا عاشق جانانہ کجا۔

متکلم نشود قایل تجویز سماع،
مذہب شیخ کجا مشرب رندانہ کجا۔

در مذہب نہ بود حسن پرستی جائز،
محرم راز کجا مردم بیگانہ کجا۔

نشود معتقد وحدت ظاہر بینی،
فہم دراک کجا فکر دیوانہ کجا۔

بیدل از مدرسہ فقہا مطلب مسئلہ عشق،
حیلئہ عقل کجا ہمت مردانہ کجا۔

(4)

عشق جو جوش ڪٿي، عقلمند جي ڪوشش ڪٿي
سچ جي ٽڪي ڪٿي، رات واري شمع ڪٿي

زاهدن ڪي کهڙي نسبت دل سڙيلن سان
مَڪ ڪميٽي ڪٿي، پرواني جو منصبَ ڪٿي

ڪيئن ٿئي مُلاپاڻ پڏائيندڙ محقق سان همسر
مانيءَ جو گهوراڻو ڪٿي، سڄڻ جو عاشق ڪٿي.

ڳالهائيندڙ (وات هڻندڙ) نہ ٿئي راڳ جي تجويز ميڄيندڙ
شيخ جو مذهب ڪا ٿي، رندن جو طريقو ڪٿي

مذهب ۾ ناهي حسن پرستي جائز
راز دار ڪٿي تہ ڏاريو ڪٿي

نہ ٿئي وحدت جو معتقد ظاهر ڏسندڙ
فهم ادراڪ ڪٿي، ديواني جو فڪر ڪٿي.

"بيدل" فقہ وارن جي مدرسي مان مسئلا نہ پُڇ
عقل جو حيلو ڪٿي همت مردن جي ڪٿي.

(۵)

جز ذات حق ندانی پنہان و آشکارا،
در ہر لباس بینی آن شاہ کبریارا۔

رمز اعوذبک منک از بہر کفر و دین ست،
میدان وجود واحد مشرک مشو خدارا۔

رندان بی سروپا سرھمہ بگویند،
در وحدت وجودی گم کردہ تو و مارا

متکلمی نفہمد سر رموز صوفی،
زان منکدر شمارد آن منبع صفارا۔

نو شد اگر فقیہ جامی ز میکدہ عشق،
رندانہ فاش گوید سر انا انارا۔

مشرب محققان سلف و خلف ہمین است،
مفتی بہ دست مسئلہ وحدت وجود یارا۔

بیدل طریق وحدت شہراہ انبیاء است،
بفشار اندرین رہ منصور وار پارا۔

(5)

ذات حق کان سواءِ نہ ڄاڻين ڳجهو توڙي ظاهر
هر لباس ۾ ڏسي ڇڏ ان ذات ڪبريا کي

رمز اعوذبڪ منڪ (پناھ ٿو گهران توسان) ڪفر ۽ دين لئہ آ
واحد جو وجود ڄاڻ مشرڪ نہ ٿي خدا لڳ

مظهر ۾ پسائي، انڪار پنهنجي وحدت جو
پردي ۾ ڳائي نغما خدا وارا

بي خبر رند، سارو ڳُجهہ ڇٿي ڇڏن
وحدت وجود ۾ گم ڪري ڇڏيائون توکي اسان کي

متڪلم (فقيھ) نہ سمجهي صوفي جي رمزن جو راز
تہ ميرو ٿو سمجهي ان صاف چشمي کي.

جيڪڏهن فقيھ عشق جي ميڪدي مان جام پئي
رندن وانگر ڪليل چوي انا وارو راز

اڳين توڙي پوين محققن جو طريقو هي آهي
مفتي وحدت وجود واري مسئلي سان هٿ ڳنڍيو آهي

”بيدل“ وحدت واري واٽ نبين جو رستو آهي
گڏجي وڃ هن واٽ ۾ منصور وانگر

(۲)

الٰہی نو بہار حسن باز آور بہ باغ ما،
معطر کن بدان گلدستہء معنی دماغ ما۔

شبستانم جدا زان جلوہ ظلمت خانہ جسم ست،
بیفروز ار فروغ شمع روحانی چراغ ما۔

شراب بی خودی می خواہم ای ساقی لبالب کن،
زصہبای نگاہ مستی انگیزش ایاغ ما۔

بہ جوش آور چنان دیگ دلم از التہاب وجد،
کہ یک رنگی پزیر دحالتی شغل و فراغ ما۔

مرا بیدل از دارین ذوق عشق خوبان است،
نمک پروردہ حسن و ملاحت ساز داغ ما۔

(6)

الاهي! حسن جو نئون بهار اسان جي باغ ۾ آڻ
خوشبو واسيل ڪر ان حقيقت جي گلدستي سان اسان جي دماغ کي

منهنجو رات ويلو جسم جي اونده وارن جلون کان ڏار آهي
روشن ڪر! روحاني شمع مان اسان جو ڏيئو

بي خودي وارو شراب ٿو گهران، اي ساقي پري ڏي
مستي اُپاريندڙ نگاه جي شراب مان اسان جو جام

جوش ۾ آڻ (ٻڙڪاءِ) دل جي ديگ کي وجد جي باه سان
جو هڪ رنگي (هڪ ڪرائي) قبولي اسان جي مشغولي ۽
واندڪائي حالت

"بيدل" مونکي ٻنهي جهانن ۾ سهڻن جي عشق جو ذوق آهي
جو سونهن سواد جي نيمڪ تي پليل اسان جو زخم آهي.

(۷)

ما پاک شسته ایم ورق قیل وقال را،
برلوح دل رقم زده ام حرف حال را۔

ما محو ذات گشته و از خویش بی خبر،
یک سو نهاده ایم جواب و سوال را۔

آسوده ام به خواب عدم ها و بی خودی،
بگذار مست خفتهء عشرت خیال را۔

پندار جز مکابره باری نیاورد،
برکنده ام ز باغ دل این بدنهال را۔

بیدل کجا و کن و مکن فاضلان کجا،
فکر فناست ماچه و جنگ و جدال را۔

(7)

اسان صاف ڏوٿي ڇڏيو بحث جي ورق کي
دل جي ڦرهي تي لکي رکيو حرف حال کي

اسان ذات ۾ محو ٿي وياسين ۽ پاڻ کان بہ بي خبر
هڪ ڪنڊ تي رکيوسين جواب ۽ سوال کي

سُڪ سان عدم جي ننڊ ۾ آهيون ۽ بي خودي ۾
ڇڏ ان کي جيڪو عياشي جي خيال کان سٺل آهي

پاڻ پاڻڻ، وڏائي کان سوا پيو ڪو فائدو نہ آئي
اسان دل جي باغ مان هن بجڙي ٻوٽي کي پٽي اُجلي ڇڏيو

”بيدل“ ڪاٿي ڪر ۽ نہ ڪر جي ڳالهہ ۽ فاضل ڪٿي
فنا جو فڪر آهي، ڪنهن جهيڙي جهٽي سان اسان جو ڇا وڃي.

(۸)

مایهٔ عرفان تولا حیدرست،
عارفان را ذات پاکش رهبراست۔

ساقیٔ کوثر همو باشد ولی،
آنچه می بخشد ز کوثر خوشتراست۔

از حفیض فرش جان از لطف او،
جای گیر ز روه عرش انوراست۔

هرکه جام وحدت از دستش بخورد،
فارغ از فکر بهشت و کوثراست۔

هرکه بنهد پا به راه جعفری،
صد خوارق عادت از وی صادرست۔

شیعهٔ دنیا بسے بینی ولی،
شیعهٔ مولا به عالم نادراست۔

بیدل اندر عاشقی مردانه باش،
نردبان عرش حب صفدراست۔

(8)

عرفان (ساڃاهہ) جو سرمايو دوستي حيدر جي آهي
عارفن لاءِ سندس ذات پاڪ رهبر آهي

ڪوثر جو ساقي بہ اهو ئي جي دوست بہ
جيڪي بخشي تو سو ڪوثر کان ڀلو آهي

ساهہ جي فرش جي هيٺاهين، ان جي مهرباني سان
عرش انور جي مٿاهين تائين جاءِ ورتي

جنهن بہ سندس هٿان جام وحدت جو پيتو
سو بهشت ۾ ڪوثر جي فڪر کان بي پرواهہ رهيو

جنهن بہ راهہ جعفري ۾ پير پاتو
ڪيئي معجزا ڪانئس ظاهر ٿيا

دنيا جا شيعا گهٽا ڏسندين پر
مولا جو شيعو ڪو ڪو آهي

بيدل عاشقي ۾ مڙس جيان هُج
عرش جي ڏاڪڻ صفدر جي محبت آهي

(۹)

اولین ده دو آئمہ والی دین مرتضیٰ۔ است،
دُومیں سبط پیمبر شاہ حسن المجتبیٰ است۔

سومین حامل بلاھا و محسن حضرت حسین،
چہارمین صدر امامت شہ علی زین العبا است۔

آن امام پنجمین بر حق محمد باقر است،
جعفر صادق بہ ملت حق امام مہتداست۔

موسی طور کرامت ہفتمین کاظم لقب،
ہشتمین ہم نام شیر حق ملقب با رضا ست۔

آن نہم حضرت تقی یعنی محمد نامدار،
دہم شد شاہ نقی یعنی علی صاحب علااست۔

یاز دہم آمد حسن سلطان دین عسکری،
دو از دہم آمد محمد مہدی کو رہنماست۔

شاعران گویند مدح خسروان دھر خویش،
بیدل از صدق و صفا مداح آل مصطفیٰ ست۔

(9)

ٻارهن امامن جو پهريون دين جو والي مرتضيٰ آهي
ٻيو آل پيغمبر شاه حسن مجتبيٰ آهي

ٽيون مصيبتون سرتي ڪٽندڙ محسن حضرت حسين
چوٿون امامت جو اڳواڻ شاه زين العابدين آهي

سو پنجون امام برحق محمد باقر آهي
جعفر صادق ملت لاءِ حق جو امام ۽ اڳواڻ آهي

موسيٰ قيمتي عزتن جو طريقو ڪاظم آهي
اٺون شير حق جو نالي ياٺي رضا آهي

نائون حضرت تقي يعني محمد ناميارو
ڏهون شاه نقي يعني بلندين جو صاحب آهي

يارهون ٽيو حسن عسڪري دين جو بادشاه
ٻارهون آيو محمد مهدي جيڪو رهنما آهي

شاعر پنهنجي زماني جي بادشاهن لاءِ ڳائن
”بيدل“ سچائي ۽صفائي سان آل مصطفيٰ جو مداحي آهي

(۱۰)

در علم راز رسم جواب و سوال نیست،
خوش گفته شد که حال معبر بقال نیست۔

از اختلاط روح و بدن فکر زاده شد،
جز این لطیفه وصف وجود خیال نیست۔

در رنگ ها مشاہدہ بی رنگ می کند،
عارف فدای زلف و رخ و خط و خال نیست۔

باشد سماع تقویت حال صوفیان،
این فعل خود اگرچه به مذہب حلال نیست۔

محو جمال مطلق ز آسیب مرگ است،
تاثیر عشق کمتر از آب زلال نیست۔

تسلیم پیشه باش تو بیدل بهر کسی،
درویش را به خلق نزاع و جدال نیست۔

علم لاءِ جواب ۽ سوال جو راز ۽ رسم ناهي
يلي ڳالهه چئي، جو تعبير ڪندڙ حال سبزي فروش وارو ناهي

روح ۽ بدن جي ميلاپ سان هڪ فڪر پيدا ٿيو (جڙيو)
هن چرچي ڪان سواءِ خيال جي وجود جي وصف ناهي

رنگن ۾ مشاهدو، بي رنگ ٿو ڪري
عارف زلف ۽ رخ (منهن مهانڊي) خط خال تي فدا ناهي

سماع (راڳ ٻڌڻ) صوفين جي حال جي سگهه ٻڌجي ٿو
پنهنجي جاءِ تي هي ڪم توڙي مذهب ۾ حلال ناهي

اَنَ ڪُٺ سونهن ۾ محو ٿيڻ موت جو صدمو آهي
عشق جو اثر مٽي پاڻي ڪان گهٽ ناهي

مچيندڙ هُج تون بيدل هر ڪنهن سان
درويش ڪي ماڻهن سان ڪو جهيڙو جهٽو ڪونهي

(۱۱)

ای که خورشید جهان تاب ز نورت تابی است،
بل ز عکس رخ تو عرش تجلی یا بی است۔

ہرکہ می خورد ز پیمانہ حضور تو شبی،
تادم صبح قیامت بہ مبارک خوابی است۔

نور رخسار تو از دور تماشا کردم،
در شب تیرہ یقین شد کہ شب مہتابی است۔

جلوہ حسن تو شد قبلہ ارباب نظر،
اہل دل راخم ابروی تو وہ محرابی است۔

چوکتان است دل بیدل از شوق تو چاک،
تاھنوز آن رخ ماہ نو در جلبابی است۔

(11)

جهان روشن ڪندڙ سج، تنهنجي نور مان روشن آهي
بلڪ تنهنجي رُخ جي عڪس مان عرش بہ تجلي پاتي آهي

جنهن تنهنجي حضور ۾ پيالو پيتو ڪنهن رات
قيامت جي صبح گهڙي تائين مبارڪ ننڊ ۾ آهي

تنهنجي ڳل جي نور جو پري کان ديدار ڪيم
پاڻ اونده رات ۾ يقين ٿيو تہ چوڏهين چانڊوڪي آهي

تنهنجي حسن جو جلوو اهل نظر جو قبلو ٿيو
دل وارن لاءِ تنهنجي پروڻ جو ونگ، واه محراب جهڙو آهي

ململ جي ڪپڙي وانگر دل آهي، بيدل جي، تنهنجي شوق ۾ ٽڪرا
اجان تائين نئين چنڊ جو چهرو چادر ۾ ويڙهيل آهي

(۱۴)

ز عشق ورزی مقصود خود فراموشی است،
کہ خلعتش بہ عروش فنایم آغوشی است۔

بہ جز عدم ننهد کس قدم بہ محفل راز،
کہ فتح باب لقا و وصال مدہوشی است۔

رموز وحدت برتو بود ز فہم عوام،
زان شعار حقیقت شناس خاموشی است۔

نشان صوفی صافی بود تصرف بس،
نہ محض ہر ریا خرقہ و کلاہ پوشی است۔

محققانہ بزن نعرہ من خدا بیدل،
مشو مقلد تقلید در دغا کوشی است۔

(12)

عشق قبولڻ جو مقصد پاڻُ وسارڻ آهي
جو ان جو وڃو فنا جي ڪنوار سان موت جو ياڪر آهي

عدم ڪان سواءِ نہ رکي ڪو بہ قدم راز جي محفل ۾
ملاقات يا وصل جو در ڪلڻ بہ مدهوشي آهي

وحدت جون رمزون، عوام جي سمجھ ڪان مٿي آهن
هن حقيقت کي ڄاڻڻ جو طريقو ماٺ آهي

صاف صوفي جي نشاني هجي، ڪرامت بس
نہ رڳو يا خاطر ڳالهائڻ يا گودڙي پائڻ آهي

پوري تحقيق سان نعرو هڻ، پنهنجي خدا جو ”بيدل“
نہ ٿيءُ ٻئي جي پيروي ڪندڙ اها دغا جي ڪوشش آهي

(۱۳)

چه غلغلی است که حسن تو در جهان انداخت،
که دور چشم تو صد فتنه در زمان انداخت۔

نزد جمال تو تنها ره عالم اجسام،
کرشمه تو چه ولوله به ملک جان انداخت۔

ظهور ذات منزه بهر کجا شکلا،
شکوه والا در بزم صوفیان انداخت۔

قبای خاک ببر کردی ای صنوبر قدس،
حدیث غمزه تو غوغا در آسمان انداخت۔

عروج بیدل بودی ز عرش بالاتر،
خیال صورتش از اوج لامکان انداخت۔

(13)

ڇا ھُل آھي جو حسن تنھنجي جھان ۾ وڌو
تنھنجي اک جي آڏي سَوَ فتنا زماني ۾ آندا

تنھنجي سونھن اڪيلي واٽ جسمن جي واٽ جي
تنھنجي ڪرشمي عجب ولولو ساھ جي ملڪ ۾ وجھي ڇڏيو

تنھنجي پاڪ ذات جو ظھور جٿ ڪٿ ظاھر آھي
رعب مگر صوفين جي بزم ۾ آندو

مٽيءَ جو ڀريان پاتو اٿئي اي صنوبر قد
تنھنجي ناز جي ڳالھ آسمان تي بہ ڌمچر مچائي ڇڏيو

”بيدل“ جو عروج ھجي ھا، عرش ڪان بہ مٿي
ان جي صورت جي خيال لامڪان اڇلي ڇڏيو

(۱۴)

اگر چه مشرق و مغرب پراز گناه من است،
توسل شه جیلان عذر خواه من است۔

بود کہ جبنہ مارا کنند نورانی،
جناب غوث الثقلین سجدہ گاہ من است۔

بہ تیہ کثرت سرگشتہ ماندہ ایم لیکن،
جمال حضرت میران دل و راہ من است۔

زشرھستی دور افگن ازنعیم وصال
حریم درگہ شاھنشھی پناہ من است

شہنشاہ سرمہ خاک آستان تو باد،
کہ خاک عبد عالی کلاہ جاہ من است۔

رفیق بارہ گم کردگان خدارا باش،
کہ بی رفاقت تو راہ عین چاہ من است۔

نمائی چہرہ شب تار بیدل آر بہ روز،
کہ پرتو رخ تو نور صبحگاہ من است۔

(14)

توڙي جو اوير ۾ اولهہ منهنجي گناهہ کان پريل آهي
وسيلو شاهہ جيلان جو مون لئہ معافي گهرندڙ آهي

لائق آهي تہ اسان جي پيشاني کي نوراني ڪن
غوث ثقلين جي درٻار منهنجي سجدي جو هنڌ آهي

بريٽ ۾ گهٽو ئي رليا ۽ ٽڪيا آهيون
حضرت ميران جي سونهن منهنجي دل جي واٽ آهي

هستي (هُجڻ جي) شر جي ڪري وصل جي نعمت کان پري سنجي وياسين
شهنشاه جي درٻار جو ڪوٽ مون لئہ پناهہ گاه آهي

اي شهنشاهہ! تنهنجي آستان جي مٽي سرمو بڻجي
درٻار عالي جي مٽي منهنجي عزت جي ٽوپي آهي

ساڻي واٽ وڃائيندڙن جو هُج خدارا
جو تنهنجي سات بنا واٽ ڪُوهہ جو وچ آهي

رات اوندهہ کي چهرو پساءِ "بيدل" لاءِ ڏينهن آڻ
جو تنهنجي رُخ جو اولڙو منهنجي صبح گهڙي جو نور آهي

(۱۵)

ہر کرا در کوچہ دلدار راہی می دہند،
رہ بہ سوی دولت و اقبال و جاہی می دہند۔

امرء القیس است دادیم جرعہ نوش از جام عشق،
کین نصیبی را نہ با ہر بادشاہی می دہند۔

باخودی از سر وحدت کس نگشتہ مطلع،
ہرکہ بی سر گردد او را این کلاہی می دہند۔

مشرب توحید بیدل راہ عرفان است وبس،
سالکان زین سر مارا انتہای می دہند۔

(15)

جنهن کي بہ دلدار جي جوءِ ۾ واٽ ڏين ٿا
واٽ سا دولت، عزت طرف ڏين ٿا

اِمرءِ القيس آهي، ان کي بہ عشق جي جام مان ڍُڪ ڏنوسين
ڀهڙو نصيب تہ ڪنهن بہ بادشاهہ کي بہ نہ ٿا ڏين

خودي هوندي وحدت جي راز کان ڪوبہ واقف نہ ٿو ٿئي
جيڪو بنا سر جي گهُمي ان کي هي ٽوپي ٿا ڏين

جيڪو بہ ان سان خلوت (تنهائي) رکي، احديت جي شمع روشن رکي
ان جي دل کي سج ۽ چنڊ کان بہ فارغ ٿا ڪن

"بيدل" جي توحيد وارو طريقو، عرفان جي ٿي واٽ آهي
سالڪ اسا ن جي هن راز کي وڏو مانُ ٿا ڏين.

(۱۶)

چون خوبان تیر غمزه راکشایند،
به خون عارفان بازی نمایند۔

به رقص آرند جان بارا به جبروت،
شبی گر نغمه دلکش سرایند۔

به باهوت از کرشمه شان فتد شور،
به عشو و ناز گر در جلوه آیند۔

به ترک و تاز ترکانه به یک بار،
دل مجموع عالمیان ربایند۔

لطیف ناز نینان اند بیدل
ولیکن تاقیامت بی وفایند۔

(16)

جڏهن سهڻا ناز جا تير ٿا ڪولن
تہ عارفن جي رتُ سان راند ٿا ڪن

رقص ۾ آڻن ساهہ پساهہ کي جلال سان
ڪنهن رات جيڪڏهن ڪو دل پسند گيت ڳائن

لامڪان ۾ انهن جي ڪرشمي سان گوڙ پئجي ويو
ناز نخري سان جيڪڏهن جلوي ۾ اچن

تُرڪ لشڪر وانگر هڪ پيرو
پوري جهان جي دل ڦُري وڃن ٿا

نازڪ نازنين آهن "بيدل"
مگر قيامت تائين بي وفا آهن

(۱۷)

گل آب شد چو جمال ترا نظاره ي کرد
سمن قباي خود از شوق پاره پاره ي کرد

چه صفتی است که خلاق احسن التقویم،
رخت چوماه دلت ہم چو سنگ خاره ی کرد۔

برفتی ای مه تاب ازکنار من بیرون،
فرخ ز خاطر غمدیده ام کناره ی کرد۔

به غمزه چشم مرا تیغ ابرو انت خست،
مگر که نرگس مستتش بدین اشاره ی کرد۔

زہی شرف که رخ یار وا اشک بیدل زار،
کسادی اندر کاری مه و ستاره ی کرد۔

(17)

ڳل پاٽي پاٽي ٿي ويو، جڏهن تنهنجي سونهن جو نظارو ڪيو
شوق منجهان ڳل پنهنجو پهرياڻ ٽڪرا ٽڪرا ڪري ڇڏيو

ڇا صفت آهي جو خلقيند سهڻي انداز
تنهنجو رُخ تنهنجي دل جي چنبَ وانگر سخت پٿر ڪري ڇڏيو

وٺين نڪري اي چنبَ جهڙا منهنجي پاڪر مان
غمگين جي دل ڪان فرحت بہ پاسو ڪري وئي

اک جي ناز سان مونکي تنهنجي پرونءَ جي تلوار ڦٽيو
شايد مست اکين اهڙو اشارو ڪيو

وهوا شرف جو ڇهرو يار جو ڳوڙها بيدل جا
منهنجي ڪم ۾ گهاٽو (نقصان) منهنجي ستاري ڪيو

(۱۸)

سرمۂ مازاغ درچشمت ازان بکشیده اند،
کزہمہ ھرعیان دیدن ترا بگزیده اند۔

برقد چون سرو تو ای طوبی باغ بهشت،
جامۂ لولاک را روز ازل بریده اند۔

عزو اکرام دُنی و شرف متدلی تراست،
ورنہ چون موسیٰ ہزاران من ترا بشنیده اند۔

منبع نورالهئي ذات پاک تست و بس
زان سبب روشن دلاں مهر ترا بگزیده اند

مرجع ارباب معنی نیست جز درگاه تو،
عرشیان ھر شرف برخاک تو غلطیده اند۔

انبیاء و اولیاء سر خوش ز بوی آن گل اند،
لیک چون تو از ریاض سر گل کم چیده اند۔

بیدل از لطف عمیمت داد امیدی کہ او،
بار یابد در کسانی کان جمالت دیده اند۔

"مَازاغَ" جو سرمو توکي ان ڪري پارايو
تہ ظاهر ڪي ڏسڻ تنهنجو قبوليو اٿن.

تنهنجي سرو (سڌي) قد تي اي بهشتي وڻ جا باغ
لولاڪ جو وڻ ازل جي ڏينهن ڪَٽي ڇڏيو اٿن

دنيا جي عزت اڪرام ۽ مانُ زور گهڻ آهي
نہ تہ موسيٰ وانگر هزارن مونکي توکي ڏِٺو آهي

نور الاهي جو سرچشمو تنهنجي ذات پاڪ آهي ۽ بس
ان سبب روشن دلين توکي قرب جي حوالي ڪيو آهي

حقيقت وارن لاءِ ماڳُ تنهنجي درگاه کان سواءِ ڪونهي
عرش وارا بہ عزت ڏيڻ لاءِ مٽيءَ ۾ ليٽيا آهن

نبي ۽ ولي ڪافي خوش ان گل جي بوءِ کان آهن
پر تون وانگر باغ مان گل تورن چونديا آهن

"بيدل ڪي تنهنجي عام لطف اميد بخشي، نہ تہ
ماڻهن وٽ حاضر ٿجي، جن تنهنجو جمال پسيو آهي

(۱۹)

چو بعد خواندان آگاهی از سرت نبود،
ز علم بهره ترا جز مکابرت نبود۔

ز رند ے کش این نکته گوش کن واعظ،
کہ گر بہ مجلس ما پا نهی سرت نبود۔

اگر ظاهرت آراست علم دین لیکن،
بدون عشق درون منورت نبود۔

مقلدانہ عمل می کنی بہ قول سلف
ولیک شاہد تحقیق در برت نبود۔

شدی بہ حل دقایق امام فقہ ولی،
رموز کشف حقایق میسرت نبود۔

بہ سوی پردہ خلوت سرای ما اوحی،
بغیر جذبۂ وجدان رهبرت نبود۔

چو بیدل از بہ گدایان عشق آمیزی،
بہ شاہ حسن کہ پروای افسرت نبود۔

(19)

ڄاڻ پڙهڻ (ڄاڻڻ) کان پوءِ تنهنجو سرو نہ هوندو
علم منجهان حصو وڏائي کان سواءِ نہ هوندو

مي پياڪ رند کان هي نڪتو ٻڌ واعظ
جيڪڏهن اسان جي مجلس ۾ اچين تہ تنهنجو سر نہ هوندو

جيڪڏهن ظاهر علم سان سينگاريو، پر
عشق بنا تنهنجو اندر روشن نہ ٿيندو

پوئلڳي وارو ڪم ڪرين تو اڳين جي ڳالهہ تي
پر تو وٽ پڪ سان تحقيق نہ هوندي

ڏکين مسئلن کي حل ڪرڻ ۾ فقہ جو امام ٻڌجي وڃين، پر
حقيقت جو ظاهر ٿيڻ توکي حاصل نہ ٿيو

”بيدل“ جهڙن فقيرن وٽان عشق سک
جو حسن جي بادشاهہ کي اَفسري جي ضرورت ناهي

(۲۰)

چون نغمه هویت تاگه به غلغل آمد،
هر جزو جزو عالم آئینه کل آمد۔

زد خیمه حسن بی چون در عرصه شهادت،
هم ساقی است و می کش هم ساغر و مل آمد۔

به خیال خود قبا ي ناز ونیاز پوشید
مجنون است در بیابان لیلي به عمل آمد

به مشبهان مشبه و منزهان منزه،
پروانه است شمع و گل به هر بلبل آمد۔

نمود خویشتن را از هرچه هست پیدا،
به حقیقت و مجازی مجمل و مفصل آمد۔

گه محو ذات گشته گوید عیان اناالحق،
گاہی زبحر معنی قانع به ساحل آمد۔

از علم سوی عینت فکر فنا کشد زود،
نابود ن تو بیدل خود حل مشکل آمد۔

(20)

جڏهن هستي جو نغمو اوچتو شور ۾ آيو
هر جُز جهان جو جُز آئينو ڪل جو آيو

بي مثال حسن خيما کوڙيا، شهادت جي ميدان ۾
ساقي بہ آ، ميڪش بہ آ، جام وصل جو بہ آيو

پنهنجي ليکي ناز ۽ نياز جو پهرياڻ پهريو
مجنون آهي برپٽ ۾ ليليٰ آهي عمل ۾

تشبيهہ وارن ۾ تشبيہ وارو، پاڪن ۾ پاڪ
پروانو آهي شمع جو، گل آهي بلبل جو

هُن پاڻ پسايو، جيڪي ظاهر تي آيو
حقيقت ۽ مجاز ۾ مختصر بہ آيو تہ تفصيل سان بہ آيو

ڪڏهن ذات ۾ مَحو تي ڪلم ڪلا چوي انا الحق
ڪڏهن وري حقيقت خاطر ڪناري تي آرامي آهي

اوڪو علم تنهنجي جند جو، فنا جو فڪر ختم ڪري ڇڏيو
نابود (نہ هجڻ) جو نون اي "بيدل" خود مشڪل جو حل آهي

(۲۱)

غم نرفت از دل حیران من اندر همه عمر،
به نشد حال پریشان من اندر همه عمر.

تادلم بردي روي تو ندید ستم سیر،
دست دل ماند به دامان من اندر همه عمر.

لعل تو مثل مسیحا است ولي هیچ گهی،
نشد باعث درمان من اندر همه عمر.

این قدرنیست نصیبي ز وصال تو مرا،
که شوي یک شب مهمان من اندر همه عمر.

گلا از قسمت کردن نسز- ای است ولے،
یک دم آسوده نشد جان من اندر همه عمر.

چهره برگ و نواعیش ندیده است دمي،
این دلي بي سروسامان من اندر همه عمر.

ساعتي آب نزد ابرو وصالش "بیدل"
برسر آتش حرمان من اندر همه عمر.

(21)

غم نہ ويو منهنجي حيران دل کان سموري ڄمار
ٿيڪ نہ ٿيو پريشان حال منهنجو سموري ڄمار

جڏهن کان دل کسيئي، تنهنجو مُنهن نہ پسيم اي ظلم جا هيراڪ
منهنجي دل جو هٿ منهنجي دامن ۾ رهيو سموري ڄمار

ڇَپَ تنهنجا مسيحا آهن، پر ڪڏهن
منهنجي درمان جو وسيلو نہ بڻيا سموري ڄمار

هن قدر ناهي نصيب تنهنجو منهنجو ملڻ
جو ٿئين هڪ رات منهنجو مهمان سموري ڄمار

پَن ۽ سُر جي ڇهري هڪ گهڙي بہ آرام نہ ڏنو
هن منهنجي دل بي سرو سامان (نڌڻڪي) سموري ڄمار

ڪا گهڙي پاڻي (ڇنڊو) نہ هنيو، اڻ جي ميلاپ جي پرون اي بيدل
منهنجي بدنصيبي جي باھ تي سموري ڄمار

(۲۲)

عمري گذشت عقده نکشود حيف حيف،
سرمايه رفت از کف بي سود حيف حيف.

لاف و گزاف سرزده از حال و ز مقام،
شاهد شهود چهره ننمود حيف حيف.

آن ذات واحدي که حقيقت حقايق است،
در هر صفت نگشته مشهود حيف حيف.

از احولي نمي گذرد نفسک دوبين،
به آن که نيست جز حق موجود حيف حيف.

در قلزم فنائي يقيني حباب وهم،
برهم نخورده ناشده نابود حيف حيف.

باري نتافت در دل تاريک پرتوي،
زان آفتاب مکرمت وجود حيف حيف.

"بيدل" شدي تو سجده گن قبلئه هوا،
املاک را تو بودي مسجود حيف حيف.

(22)

هڪ عمر گذري، ڳنڍ نہ کلي، مسئلو حل نہ ٿيو حيف
سرمايو هليو ويو بي فائدو هٿ مان حيف

ڊاڙ ٻڌاڪ هنئي حال ۾ ماڳ ڪان
دلبر منهن نہ پسايو حيف

سا ذات وحدت واري جيڪا سچي حقيقت آهي
هر صفت ۾ نہ ٿيو حاضر حيف

ٽيڊائپ جي ڪري نہ ٿو گذري نفسڙو، ۽ ڏسندڙ
اهو تہ ناهي حق ڪان سواءِ موجود حيف

فنا جي سمنڊ ۾ وهم جي ڦوٽي (پاڻي جي ڦوٽي) جو يقين
ميوو نہ ڪاڏو نہ ٿيو نابود حيف

ڪنهن پيري نہ چمڪيو اونداهي دل ۾ اولڙو
ان عزت پرٽي سج ڪان حيف

”بيدل“ ٿئين تو سجدو ڪندڙ خواهشن جي قبلي جو
ملڪيت لاءِ تون هجين سجدو ڪندڙ حيف آ

(۲۳)

گل عیش را به کام نچیدیم حیف حیف،
در باغ وصل تو نچمیدیم حیف حیف۔

در چار سوئی عشق متاع وصال تو،
با نقد جان و دل نخریدیم حیف حیف۔

در مشهد جمال تو ای بدر چون کتان،
پیراهن خودی ندریدیم حیف حیف۔

در قیل و قال عقل سرآمد تمام عمر،
عشق ترا به جان نگزیدیم حیف حیف۔

زان باده ای که مستی مجنون باد داد،
یک جرعه تاکنون نچشیدیم حیف حیف۔

ایام در صوامع تن معتکف شدیم،
میخانه جان به چشم ندیدیم حیف حیف۔

حلاج ساز می کده وحدت الوجود،
بیدل پیاله ای نکشیدیم حیف حیف۔

(23)

حياتي جو گل مراد سان نہ چونڊيو سين حيف آ
وصل جي باغ نہ گهمياسين حيف آ

چوطرف عشق تنهنجي ملاقات جو سامان
ساهہ ۽ دل جي عيوض نہ خريديوسين حيف آ

تنهنجي سونهن جي حاضر هند اي چوڏهين چنڊ، سنهڙي ڪپڙي جيان
خودي جو پهرياڻ نہ ڦاڙيوسين حيف آ

عقل جي بحث ۾ گذري وئي سموري عمر
سهڻن جو عشق ساهہ سان نہ قبوليوسين حيف آ

ان شراب ڪان، جنهن مجنون کي اڏامڻ ڏني
هڪ ڏُڪ اڃان تائين نہ چکيو آهي حيف آ

ڪي ڏينهن بدن جي عبادت گاهن ۾ اعتڪاف ۾ ويٺاسين
ساهہ جو ميخانو اڪثين نہ پسيوسين حيف آ

حلاج جوڙيندڙ وحدت الوجود جو ميڪدو
"بيدل" هڪ پيالو نہ پريوسين حيف آ

(۲۴)

ای راه معنوی ز تو گردید منسلک،
حسن وملاحت تو بود غیر مشترک۔

لطف تو داد عالم جان را لطافتی،
عکس جمال تست اگر حور ور ملک۔

مصباح قدس یافت منور درون خویش،
از پرتو شهود تو فانوس نه فلک۔

از زر وه عرش تا به حفیض ثری یقین،
حکم تو نافذ است چه جای سما سمک۔

خود را نمود یار به شکل تو آشکار،
زا من رانی است سر انداز وہم و شک۔

توحید ماہدون تولا جناب تو،
ای اولین ظهور طعامی است بی نمک۔

بیدل وجود وحدت را خاصه اندعین،
و آن عین را ظهور حبیب است مرد مک۔

(24)

اي حقيقت واري واٽ توسان لاڳاپيل
سونهن ۽ نازڪي تنهنجي هجي نِجي (خالص)

تنهنجي لطف ڏنو ساهه جي جهان کي مهر
تنهنجي سونهن جو عڪس توڙي حور توڙي ملائڪ

پاڪ ڏيئي (چراغ) پاتي پاڻ ۾ نورانيت
تنهنجي شهود (موجود هجڻ) جو اولڙو نوَن آسمانن لاءِ فانوس آ

عرش جي بلندين کان، ڌرتي جي هيٺاهين تائين يقين سان
حڪم تنهنجو هلندڙ آهي چا چا مٿاهين هيٺاهين کي

پاڻ کي ڏيکاريو يار تنهنجي شڪل ۾ ظاهر
ان ڪري من راڻي (جنهن ڏنو مونکي) آڏو سر نوايو وهم ۽ شڪ

توحيد تو جناب جي دوستي کان سواءِ
پهريون ظاهر ٿيڻ آهي ڪاٿو آهي لوڻ بنا

”بيدل“ وحدت جي وجود لاءِ خاص آهن ذات جا
ان ذات لاءِ ظاهر ٿيڻ تمام پيارو آهي ماڻهن لاءِ

(۲۵)

خبرده که آن سراپا ناز،
در سر از عاشقان چه داشت خیال۔

ما که سر باختیم در ره عشق،
وز لگد کوب غم شدیم پامال۔

بار یابیم یا نیابیم بار،
در سر پرده حریم وصال۔

جان به لب مانده ایم مدتهاست،
منتظر دیدن جمال کمال۔

نحن اقرب الیه می گویند،
گرز مصحف همی کشایم فال۔

عرض کن چون بدان جناب رسی،
حال بیدل چنان که دیدی حال۔

(25)

ڪا خبر ڏي جو اُن سراپا ناز
عاشقن جي سر بابت ڇا رکيو خيال

اسان تہ سر گھوري ڇڏيو عشق جي واٽ ۾
۽ غم جي سٽڻ کان ٿياسين پامال

ڪڏهن لهون ۽ نہ لهون ڪڏهن
پردي جي اندران وصال جي ڪوٽ ۾

ساھ ڇپن تي رهياسين ڪن مدتن کان
ڪمال واري سونهن پسڻ جي اوسيئڙي ۾

نحن اقربُ اليہ ٿا چون
پل تہ قرآن مان اسين ونون ٿا فال

عرض ڪجانءِ جڏهن ان درگاھ ۾ پهچين
حال بيدل جو سو جيئڻ ڏنو تو حال

(۲۶)

ملاحت لیلیٰ دارد وصباحت یوسفی یارم،
لطافت حور برہم می زند گل چہرہ دلدارم۔

مرا آن غمزہ چشم نیم خواب از خود برون بردہ،
چہ سحر این است کہ باما می کند معشوق عیارم۔

اگر رہزن نگشتی دانہ خاکش گرفتی جا،
فراز آشیان عرش این مرغ گرفتارم۔

صبا از من نیاز بیکران معروض دار امشب
بہ مہروی کہ باقوس ابروی کردہ است اشکارم۔

پس از آداب گو کہ ای قبلہ جان با جمال تو،
تفقد ساز حال ما کہ در ہجر تو بس زارم۔

توی نازک تراز گل برگ و برج لطف را اختر،
بود کز پرتو رویت شود روشن شب تارم۔

شراب بی خودی نو شم ز جام نرگش بیدل
مبادا فتنہ، ہستی کند زین خواب بیدارم۔

(26)

ڪشش (سانوراٿپ) ليليٰ واري رکي، سونهن يوسف واري سان يار منهنجو
نرمي حور واري هيٺ مٿي ڇڏي گل ڇهري دلدار منهنجو

مونکي نندا کڙين اکين جي ناز سان حال مان ڪيڏي ڇڏيو
کهڙو جادو آهي جو مام ڪري معشوق منهنجو هوشيار آهي

جيڪڏهن ذاڙيل نہ هجي ها تہ سندس مٿي جو دائو جاءِ والاري ها
ان پکي جي عرش کان بلند آشياني (آکيري) ۾ گرفتار آهيان

صبا! منهنجي طرفان گهڻا نياز رک اڄ رات
سندس مهر جي ڪري پرِن جي انبلٽ ڪيو، شڪار مونکي

ادبن عرض ڪرڻ ڪانپوءِ ڇٺو اي ساهن جا قبلا، تنهنجي سونهن
گم ڪري ڇڏيو اسان جي حال کي، تنهنجي جدائي ۾ ڪافي هيٺو آهيان

تون نازڪ زور آهين! گل جي پن کان، تنهنجي لطف پرٺي ستاري جو بُرج
ٿئي سو تنهنجي منهنجي اولڙي کان روشن ڪاري رات منهنجي

بي خودي جو شراب پيان مان، مست اکين جي جام مان "بيدل"
منَ هستي جو فتنو ڪري سجاڳ هن نند مان مونکي

(۴۷)

تا تو باشی بہ دوست ہم خانہ،
باشی از ہرچہ ہست بی گانہ۔

کار بی اجرنیست در رہ عشق،
قدمی نہ و لیک مردانہ۔

تا تو بی مایل مسایل فقہ،
کی کنی فہم رمز رندانہ۔

از قیاسات عقل بیزار شو،
از منی عشق باش مستانہ۔

صحبت عاشقان گزین ورنہ،
خلوت بہ ز انس فرزانہ۔

گر ترا ذوق بی خودی باید،
رو نہ از مسجد بہ می خانہ۔

بیدل اندر طریق صدق نیاز،
جان فدا کن سرا ی جانانہ۔

(27)

جيستائين هجين دوست سان پاڙيسري
هجين هر شيءِ کان ڌار

ڪو ڪم، اڄايو ناهي عشق جي واٽ ۾
وڪ کڻ مگر مُڙسن واري

جيستائين تنهنجو لاڙو فقه جي مسئلن ڏانهن آهي
ڪيئن سمجهي سگهندين رمز رندن جي

عقلي جي انڪلن کان بيزار ٿي
عشق جي شراب کان هج مستانو

صحبت عاشقن جي قبول ڪر، ورنه
اڪيلائپ ڀلي آهي عقلمند انسانن کان

جيڪڏهن توکي بي خودي جو ذوق جڳائي
وڃ نه مسجد کان ميخاني ڏي

”بيدل“ سچ ۽ نياز جي واٽ ۾
ساهه صدقي ڪر دلبر جي اڱڻ تي

(۲۸)

دلبر آمد به سوی دل شده سبحان الله،
شاد گردید دل غم زده سبحان الله۔

عاکف کعبه که بود وردش عیب زندان،
شد مقیمی به در می کده سبحان الله۔

مفتی وقت که توحید حلولی انگاشت،
بر ره راست هم آمده سبحان الله۔

سطوت عشق مجد چیرگی کرد که شیخ،
هم چو منصور انا الحق زده سبحان الله۔

شاہد غیب مشهود شداز آئینہء شکل،
بیدل از جلوش حیران شده سبحان الله۔

(28)

دلبر آيو دل جي طرف تہ ٿي سبحان الله
غمگين دل خوش ٿي سبحان الله

ڪعبي ۾ اعتڪاف ۾ ويهندڙ جو ڪم هيو رندن جا عيب ڪيڻ
سو اچي رهيو ميڪدي جي در تي سبحان الله

وقت جي مفتي توحيد ٻڌي پانئي
سو بہ سڻئين راھ تي آيو سبحان الله

ڌبڌبو عشق جو نہ ڳول، جيڪا ڏاڍائي شيخ ڪئي
(ان بہ) منصور جيان ان الحق جو نعرو هنيو سبحان الله

لڪل محبوب ظاهر ٿيو، شڪل جي آئيني ڪان
”بيدل“ ان جي جلوي ڪان حيران ٿيو سبحان الله

(۲۹)

بس شتاب آمدی تعالی الله،
بی نقاب آمدی تعالی الله۔

به مرادت علوی و سفلی،
کامیاب آمدی تعالی الله۔

خوش بیآ راستی ظهور و بطون،
گل و گلاب آمدی تعالی الله۔

جام برکف به محفل مستان،
بی حجاب آمدی تعالی الله۔

بعد مدت مدید با مشتاق،
در خطاب آمدی تعالی الله۔

در نظر صوفیان بی سروپا،
نور تاب آمدی تعالی الله۔

دل چو نیلوفر از تو به شگفته،
آفتاب آمدی تعالی الله۔

هر کتان هستی موهوم،
ماهتاب آمدی تعالی الله۔

اندر امواج بحر رو بیدل،
تو حباب آمدی تعالی الله۔

(29)

ڪافي تڪڙو اچي وئين مٿاهون آ الله
بنا پردي آئين مٿاهون آ الله

پنهنجي مراد سان مٿاهين، هيٺاهين
ڪامياب آئين مٿاهون آ الله

چڱو اڄ سينگاريئي ظاهر ۽ اندر
گل گلاب تي آئين مٿاهون آ الله

مستن جي محفل ۾ جام ترڻ تي
بي حجاب آئين! مٿاهون آ الله

ڏکھي مدت ڪان پوءِ دل گھرين سان
ڪچھري ڪيئي مٿاهون آ الله

مست صوفين جي نظر ۾
نور چٽيندي آئين، مٿاهون آ الله

دل نيلوفر وانگر توسان ٽڙي
سج تي آئين مٿاهون آ الله

خيالي هستي جي سنهڙي ڪپڙي لاءِ
چنڊ ٻڄي آئين مٿاهون آ الله

درياھ جي موجن ۾ ويندڙ ”بيدل“
تون پاڻي جو ڦوٽو آهين، مٿاهون آ الله

(۳۰)

دارم من از فراق تو ای ماه پاره ای،
در چشم خار خار دل اندر شراره ای۔

این ناله و فغان به گوش تو کی رسید،
لیکن ز ناله غم زده را نیست چاره ای۔

هر جانور بمیرد یک بار عشق باز،
در بحر نیست غوطه خور چند باره ای۔

از ماه رویت این همه آفت بمن رسید،
حقا که نیست هرگز جرم ستاره ای۔

آخر رسد مرا که زمانی به کام دل،
مهـ عارض ترا بنمایم نظاره ای۔

تسلیم کن دلا به عبث دست و پا مزن،
بیدا چو نیست بحر عدم را کناره ای۔

بیدل تو جام عیش ز عشق آرزو مدار،
باش از پیاله درد و غمش درد خواره ای۔

(30)

رڪان مان تنهنجي وڇوڙي ڪان اي چنب جهڙا
اکين ۾ ڪنڊا، دل ۾ ٻاهيون

هي ڏانهون، تنهنجي ڪن تائين ڪيئن پهچن
پي ڏک ڀري ڏانهن ڪان سواءِ ڪو چارو ڪونهي

هر ساهه وارو هڪ دفعو مري ٿو پر عاشق
هر درياهه ۾ ناهي ناهي غوطا کائيندڙ ڪي پيرا

تنهنجي سهڻي چهري جي ڪري هي آفتون مونکي رسيون
حقيقت ۾ هرگز ناهي ڏوهه (بخت) ستاري جو

آخر پهچي مونکي ڪا گهڙي دل جي مراد
تنهنجي ڳل جي چنب جو پسان مان ڪو نظارو

مچ اي دل! اجايو هٺ پير نه هڻ
جو عدم جي درياهه ڪي ڪو ڪنارو ظاهر ناهي

”بيدل“ تون زندگي جو جام خواهشن جي عشق ۾ نه رک
ان جي غم درد جي پيالي مان درد پيئندڙ هج

(۳۱)

باریـد ابـر غم چـو بـہ مـیـدان کـربـلا،
خـون رنـگ گـشـتـہ ریـگ بـیـابـان کـربـلا۔

عالم خراب گشتہ شفق رنگ شد فلک،
زین ولولہ کہ سرزد ز ایوان کربلا۔

بر ہیچ کس نرفت ز عشاق ہرچہ رفت،
بر عاشقان محنت کیشان کربلا۔

طوفان آب جوش زد اندر زمان نوح،
جریان خون بہ بین تو بہ طوفان کربلا۔

آن سگ جہنم کہ عمر بن سعد بود،
دانست بدر خون دلیران کربلا۔

امر عظیم بود ولی حب مال و جاه،
چشمش بہ بست دزد بہ امیران کربلا۔

و آن ملحد آن کہ قوم یزید لعین بودند،
کشتند جنگجوی بہ سلطان کربلا۔

از عرشیان غریو برآمد که ہای ہای،
شامی نمود رو بہ غریبان کربلا۔

روح الامین بہ جملہ ملایک فغان کشید،
چون حال زار دید یتیمان کربلا۔

شد چشم انبیاء بہ طفیل شہہ رسل،
خونبار در عزای قتیلان کربلا۔

چون شاہ اولیاء بگرستند زار زار،
صاحب دلان بہ ماتم داران کربلا۔

بی شک بہ روز خلد در آید شگفتہ رو،
ہر کو گریست بہر حزینان کربلا۔

یارب بہ حرمت شہ شہدا و لشکرش،
کن حشرما بہ زمرہ شہیدان کربلا۔

بیدل کہ مقتبس ز جناب محمدی است،
بنماش جلوہ شمع شبستان کربلا۔

(31)

غم جو ڪڪر وسيو ڪربلا جي رڻ تي
رت رڱيل ٿي واري ڪربلا جي

جهان ويران ٿيو آسمان ڳاڙهي رنگ ٿيو
ان ولولي ڪان جو پيو ڪربلا جي اڱڻ تي

ڪنهن تي نه گذريو، جيڪي عاشقن تي گذريو
محنت ڪندڙ عاشقن تي ڪربلا جي

پاڻي جو طوفان موج ۾ آيو نوح جي زماني ۾
تون ڏس رت وهندڙ طوفان ڪربلا جو

اهو ڪتو جهنم جو عمر بن سعد هيو
چاتو حلال خون ڪربلا جي دليرن جو

ڪم وڏو هيو، پر مال مرتبي جي محبت خاطر
اکيون ان چور جون ٻڏيون ڪربلا جي سردارن

اهي بي دين جيڪي يزيد لعنتي جي قوم جا هيا
ٿي ويا جهيڙي ڪار ڪربلا جي بادشاهه سان

عرش وارن کان دانهن نکتي هاءِ ! هاءِ!
شامين حملو کيو ڪربلا جي مسافرن تي

روح الامين (جبريل) سين ملائڪن سميت اوسارا ڪييا
جڏهن پريشان حال ڏٺو ڪربلا جي يتيمن جو

تي اک نبين جي شاهه رُسُل جي صدقي
رت وسائيندڙ ڪربلا جي جنگ ۾ قتل ٿيندڙن لاءِ

جڏهن ولين جا بادشاهه رنا زار زار
دل وارا به ماتم ڪندڙ ڪربلا جا ٿيا

بيشڪ بهشت ۾ اچن رونق پرئي منهن سان
جيڪي رنا ڪربلا جي ڏکن لئه

يارب! شهيدن جي شاهه ۽ ان جي لشڪر جي صدقي
ڪر حشر اسان جو شهيدن جي ٽولي ۾

بيدل، جيڪو چوندڙ (نورجو) محمد جي دربار مان آهي
ڏيکار ان کي جلوو ڪربلا جي رات جي شمع جو

مشکل الفاظ کے معانی

ایفم۔ وفا کردن۔ پیمانہ دوستی

کام۔ مقصد

زلال۔ میٹھا پانی

بدسگال۔ بدخواہ

خال۔ تل

طراوت۔ شادابی

فرس۔ اسپ

پرتو۔ روشنی

مرور۔ روشنی

آسفی۔ افسوس

منطقش۔ اسکی گفتگو

کنج۔ گوشہ

آبا۔ انکار

التفات۔ مہربانی

خشت۔ اینٹ

قرص۔ ٹکیہ

مگس۔ مکھی

اعوذبک۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں

مشو۔ مت ہو

مُکدر۔ گدلا

خلف وسلف۔ اخلاق واسلاف کی جمع

ایاغ۔ جام

التہاب۔ برافروختگی

مکابرہ۔ قہرہ غلبہ

شستہ ایم۔ ہم نے دھویا ہے

رقم زدہ ایم۔ ہم نے لکھ دیا ہے

برکندہ ام۔ میں نے اکھیڑ دیا ہے

تولا۔ دوستی

حضیض۔ پستی

ذروہ۔ بلندی

خوارق۔ جمع خارق

نردبان۔ سیڑھی

مہتد۔ ہدایت یافتہ

مقبر۔ تعمیر کرنے والا

اختلاط۔ ملاپ

نزع۔ جھگڑا

شب تیرہ۔ تاریک رات

وہ۔ کلمہ تعجب

جلبالی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا

کتان۔ باریک کپڑا

حبہ۔ لباس

تیہ۔ گمراہی

عتبہ آستانہ

چاہ۔ کنواں

بارہ۔ ایکبار۔

جرعہ۔ گھونٹ

کلاہی۔ ٹوپی

فراغ۔ آسودگی

غمزہ۔ آنکھ کا اشارا

امرا القیس۔ عربی کا بہت بڑا شاعر زمانہ جاہلیت کا

سمن۔ یاسمین

رخت۔ لباس

خست۔ ستی

زاغ۔ کوا

دنی۔ پست حقیر

عمیمت۔ کامل

مکابرت۔ قہر و غلبہ

سلف۔ آبا، واجداد

دقایق۔ دقیق کی جمع

ماوحی۔ جو وحی کی جائے

ہویت۔ شخصیت، ذات

مشبہ۔ مثل یا مانند

کاہی۔ سبھی

قانع۔ قناعت کرنے والا

سما۔ دعا، ذکر

حرمان۔ نومیدی

لاف و گزاف۔ فضول گفتگو

عقدہ نکشود۔ گرہ نہ کھلی حباب۔ بلبلا

نچیدیم۔ ہم نہ چلے

صوامع۔ عبادت گاہ خانقاہ

ثریٰ۔ زمین کی آخری تہہ

سما۔ آسمان

سمک۔ بلندی

لکد کوب

رہزن۔ لٹیرہ

تفقد۔ جستجو کرنا

معروض۔ عرض شدہ

قدمی نہ۔ قدم رکھ

عاکف۔ معتکف اعتکاف والا

حلول۔ کسی شے میں داخل ہونا

بطون۔ جمع بطن (پیٹ)

ناب۔ خالص

عبث۔ فضول

درد۔ تلچھٹ

جریان۔ جاری بہتا ہوا

ملحد۔ کافر، بے دین۔